بخش اردو

Scanned with CamScar

★ڈاکٹر سیدہ رقیہ

ادب

تفسیر و تاویل

ادب تو اس نطق سے پیدا ہوا ہے جس کے طفیل انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے اور یہ نطق اس معنی میں نہیں ہے جس میں منطق الطیر کے متضمن مصدر نطق استعمال ہوا ہے۔ بلکہ یہ وہ نطق ہے جس نے انسان کو اجتماعیت و مدنیت پسند حیوان SOCIAL ANIMAL بنا دیا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے فلسفۂ تاریخ کے عالم علامہ ابنِ خلدون علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور "مقدمہ ابنِ خلدون" میں لکھا ہے "افرادِ انسانی کا اکٹھے مل کر رہنا سہنا ایک ناگزیر بات ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جسے اہلِ علم و دانش اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے"۔

ابنِ خلدون سے بہت بہت عرصہ پہلے مشہور یونانی عالم و فلسفی ارسطو نے انسان کی تعریف (DEFINITION) میں یہ لفظ کہے ہیں:۔ "انسان پیدائشی طور پر سیاسی حیوان ہے[1]"۔ ابنِ خلدون اور ارسطو کے دو لفظوں میں تضاد تو مطلقاً نہیں ہے۔ انسان کی نسبت و اضافت میں ان دو لفظوں میں کوئی کوئی دقیق باریک

---

[1] سیاسیات: ارسطو ـــ ۶۳۰۲

Scanned with CamScanner

فرق بھی نہیں ہے کیونکہ سیاست اجتماعیت کی آخری شکل کا دوسرا نام ہے اس لیے سیاسی حیوان کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ حیوان جو آخری اور انتہائی حد تک اجتماعیت پسند واقع ہوا ہو ان دونوں عالموں، فلسفیوں کے نزدیک انسان کی وہ صفت جو اُسے حیوانات سے الگ اور متمائز کر دیتی ہے۔ یہی انتہا درجہ کی اجتماعیت پسندی ہے

قرآن حکیم نے بھی انسانی فطرت کو اجتماعیت پسندی ہی قرار دیا ہے اس معنی کی کثیر التعداد آیات کریمہ میں سے ایک آیت ملاحظ فرمائیے فرمایا ہے "وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" (سورہ روم) آپس میں رہن سہن کے لیے تمہارے درمیان مہر و محبت، رحمت و شفقت، جوشش جذبہ قایم کر دیا۔ یہ مہر و محبت، شفقت وغیرہ وہ واردات ہیں جو دلوں میں جنم لیتی ہے پھر جامہ حرف و لفظ، لباسِ تعبیر و تقریر پہن کر ظاہر ہو جاتی ہے اور ظاہر ہو کر اجتماعیت پسندی کی روح بن جاتی ہے جو رہن سہن، معاشرہ اور سماج کے افراد کے باہمی ارتباط و اختلاط اور ایک دوسرے کے ساتھ ملنے چلنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

پس بدیہی ہے کہ اجتماعی زندگی کے جو جو پہلو ظاہر و باطن، تصور و تفکر، تخیل و تشکل میں ممکن ہو سکتا ہے ان سب پر یہ زندگی حاوی ہے اور وہ تمام اس میں شامل ہیں اور وہ ہیں مثال کے طور پر شہری و ملکی، تمدنی و معاشی، سیاسی و بین الاقوامی، اخلاقی و معاشرتی وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام پہلوؤں کے تقاضوں اور ضرورتوں کی متضمن ہے لیکن یہ تو حاوی اور متضمن جبھی ہو سکتی ہے جب کہ ان پہلوؤں اور شعبوں پر بولتی ہو اور ان کے بارہ میں خیالات و افکار کا اظہار کرتی ہو۔ یعنی اس اجتماع کے افراد اپنی اہلیت و صلاحیت سے اپنی اجتماعی زندگی کے پہلوؤں پر ایک دوسرے کو اپنے اپنے خیالات و جذبات، افکار و اسرار ایک دوسرے کو سناتے اور ایک

Scanned with CamScanner

دوسرے تک پہنچا سکتے ہوں۔

عام روزمرہ سے متعلق اظہار کو زبان کہتے ہیں اور جب زبان ٹکسالی بن جاتی ہے اچھی باتوں سے اور نکھرتی ہے صاف ستھری اجلی ہوجاتی ہے زباندانوں کی قول کہاوتوں سے علم وحکمت اور کام کی باتوں سے دانائی اور سدھار کی نصیحتوں سے اور ریشیوں منیوں ولیوں، عارفوں، حکیموں، مفکروں کے موتی جیسے زرین اقوال سے سجتی سنورتی، رونق روشنی وزیب وزیبایش پاتی ہے تو اس کو ادب کہتے ہیں۔

ادب عربی زبان کا لفظ ہے اور دال کی جزم میں یعنی ادب کے بنیادی لغوی معنے "دعوت" بلاتے کے ہیں۔ اور ایداب کے معنے مہمانی کے لیے بلاتے کے ہیں اسی معنے میں ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ القرآن مادبتہ اللہ فی الارض"۔ قرآن زمین میں اللہ کی دعوت ہے تفکر وتدبر، سوچ سمجھ، عقل وفہم کی طرف جس سے قول و عمل میں سدھار واصلاح ہو اور اخلاق و عادات سنور جائیں یعنی اخلاقِ حسنہ اور حمیدہ پیدا ہوجائیں۔ اس معنی کی تدریجی ترقی اور کثرتِ استعمال سے ادب بفتحہ دال کا لفظ کلیتہً مخصوص ہوگیا۔" زیرکی، عقلمندی، بات درستگی کے ساتھ اپنے موقعہ پر کہنے بولنے، ہر کام کو احتیاط اور دوراندیشی کے ساتھ بجالاتے اور اوروں کی عزت کرنے کے لیے"۔ اس معنی میں یہ لفظ احادیث میں وارد ہے ملاحظہ ہو۔

۱. لك بالادب تلبك فنعمه العون الادب
ادب سے اپنا دل پاک کر ادب کیا اچھا مددگار ہے

۲. واعلمه انك مسئولٌ عما ولیته من حسن الادب

ہر باپ کی طرف خطاب ہے کہ) یہ جان لے اور اس کی اہمیت کو جانچ لے کہ قیامت کے دن تجھ سے اس بات کی پوچھ گچھ ہوگی کہ تم نے اپنے بیٹے کو اچھا ادب سکھایا

Scanned with CamScan

بھی ہے یا نہیں اگر سکھلایا ہے تو کیفیت و کمیت میں کیسا اور کتنا ہے

۳. خیرُ ما ورّث الآباء لابناٸھم الادب ۔

بہترین ترکہ جو باپ اپنے بیٹوں کے لیے چھوڑ سکتے ہیں ادب ہے (یہ ادب ہر ایک علم و ہنر پر مشتمل ہے جس سے آخرت کی فلاح حاصل ہو جائے اور دنیا کا فایدہ ہو۔ اگر اولاد کو علم و ہنر اچھے اخلاق اور اچھی عادتیں سکھا جاؤ تو یہ لاکھوں روپیہ کا مال و اسباب چھوڑ جانے سے بہتر ہے۔[1]

ادب کے یہ معنی رسول اللہ ؐ کے خیر القرون سے پھیلتے پھیلتے عالمگیر ہوگیا۔ یہاں تک اس معنی کے ادب کی علم الاخلاق میں ایک اصطلاحی اور سائنسی تعریف (TECHNICALLY SCIENTIFIC DEFENITION) مرتب کی گئی۔

"انسانی زندگی کے رات دن کے ضروری مشاغل رہنے سہنے' اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے' بولنے کھانے پینے سونے جاگنے غرض وہ تمام قواعد جو ایک متمدن زندگی کے لیے ضروری جز ہیں آداب کہلاتے ہیں ان آداب میں خوبی و لطافت ملحوظ رکھنا حسن ادب ہے۔ اس کی پابندی سے اجتماعی اور معاشرتی امور میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے اور انسان مہذب' شائستہ اور باوقار بن جاتا ہے۔[2]

یہ بھی ملاحظ ہو" انسانی زندگی کا کوئی شعبۂ اور انسان کا کوئی فعل و عمل بھی

---

[1] لغات الحدیث جلد ۱ ۔ صفحہ ۳۵ ۔

[2] سیرۃ النبی ۔ ج ۔ ۶ ۔ علامہ سید سلیمان ندوی

آداب داخلاق کے دائرہ سے باہر نہیں ہے اس کے سارے اچھے افعال خواہ وہ کسی شعبۂ حیات سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان کی صحت وتحسین کے کچھ شرائط وقیود ہیں ان ہی کا نام ان کے آداب داخلاق ہے اور انہی کی پابندی اور رعایت پر ان افعال کی تحسین وتکمیل موقوف ہے[1]"۔

کشمیر کے ایک بڑے نامور ولی اللہ، صوفی سالک اور عارف عالم بابا داؤد خاکی فرماتے ہیں ؎

ہر کہ با اخلاصِ جان و دل رعایت کرد ادب
در حضور شیخ زود از صحبتش برخوردہ است

اسی نظم ونثر نگار وصاحب گنجِ معانی نے اس بیت کی فارسی شرح میں لکھا ہے کہ "اولیاء اللہ رازمانے است، در صحبت ایشان بے ادبی عین ادب است وزمانے است کہ ادب عین بے ادبی است و قبول نفس حقیقت ادب است"۔

اسی معنی میں مولانا روم کی مشہور مثنوی کے وہ چند ابیات جو واعظوں، مبلغوں، صلاح سدھار کے داعیوں کے وردِ زبان ہیں یہ ہیں ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

تا ادب با شان بجا گہ ناوری
از رسالت شان چگونہ برخوری

از ادب پُرنور گشت است این فلک
وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

---

[1] معارف نمبر ۴ جلد ۴ ص ۳۱

می ادب گفتن سخن با خاصِ حق
دل بمیراند سیہ دارد ورق

پیش اہل دل ادب در باطن است
زانکہ ایشان بر سرائر فاطن است

"ادب" مجازاً اُس ذریعہ کو بھی کہتے ہیں جس سے مطلوبہ تہذیب ومقصودہ اصلاح اور مرغوبہ معروفیت حاصل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث پاک جن میں ادب کی تعلیم نفس کی اصلاح اور اخلاق وعادات اور طور طریقہ کے سدھار کی تلقین ہے "کتبِ احادیث" میں "باب الادب" کے عنوان کے تحت جمع کی گئی ہیں۔

یہاں مقصد اور اس کے ذریعہ دونوں کی تعبیر ادب کے لفظ سے کئے جانے کی وجہ سے بداہتہ کہا جاسکتا ہے کہ ادب کی دو قسمیں ہیں ایک ہے "ادب النفس" اور دوسرا ہے "ادب الدرس"۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب" نے مادہ ادب سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ادب دو چیزوں کا نام ہے ادب النفس بمعنیٰ تہذیب نفس اور ادب الدرس بمطلب تعلیم شعر ونثر وغیرہ۔ تہذیب نفس بردباری۔ عالی ظرفی۔ شجاعت صداقت جیسی خصایل حمیدہ اور اجتماعی خوبیاں پیدا کرنے کی تلقین کو کہتے ہیں"۔

ہندوستان کے ایک فاضل مقالہ نگار جناب وقار احمد رضوی اپنے ایک عالمانہ وفاضلانہ مقالہ "ادب کی ماہیت"[1] میں لکھتے ہیں:

"ادب ایک فن کلامی ہے جو عقل کی تعبیر اور ادراک وشعور انسانی کی ترجمانی

---

[1] ملاحظہ ہو معارف۔ جلد ۹۶ ۔ سال ۱۹۶۰ ۔ ص ۵۷

Scanned with CamScanner

کرتا ہے اس کا تعلق تہذیبِ نفس اور انسانی خصائل سے بھی ہے اور انفرادی اور سماجی زندگی سے بھی"۔

ذوالفقار رضوی صاحب کے مقالہ کا یہ اقتباس ہمارے اس عقیدہ کی تائید ہے کہ ادب اور زندگی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ادب لطیف زندگی کو عملی طور پر مہذب، پاک پاکیزہ، بلند کمال و اعلیٰ نصب العین والی بنانے کا گُر سکھاتا ہے وہ ادب جو تہذیب و اخلاق حسنہ خصائل حمیدہ اور صفات مرغوبہ کا دوسرا نام ہے ادبی تخلیقات میں موجود ہے۔ اس کی مزید وضاحت یوں کی گئی ہے کہ :۔

"ادب کی بنا جذبہ ہے جو ادب میں خلود پیدا کرتا ہے اس جذبہ کی دو حیثیتیں ہیں ایک کا تعلق خلودِ ادب کے ساتھ ہے اور دوسری کا ادیب کی شخصیت کی ترجمانی سے۔ مادی اجسام کے مقابلہ میں ادبی عبارتیں قائم بالذات ہوتی ہیں ان میں باقی رہنے کی ایک ایسی صفتِ خلود ہوتی ہے کہ نہ اسے زمانہ فنا کر سکتا ہے اور نہ وہ تحریریں جو بعد میں اس موضوع پر لکھی جاتی ہیں۔ پڑھنے والے ہر عہد میں انکو پڑھتے ہیں ان سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتے"۔

راقمہ کے خیال میں یہی معنی و مطلب عربی کے اس مشہور شعر میں متضمن ہیں جو حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اہل اللہ کو سنایا ہے کہ

وما من کاتبٍ الا سیبلی
ویبقی الدھر ما کتبت یداہ

نہیں کوئی کاتب جو مٹی میں بوسیدہ نہیں ہوگا۔ لیکن وہ جو کچھ لکھ گیا وہ ابدالدھر باقی موجود رہیگا۔

اس لیے بقولِ فاضل مقالہ نگار "ادب فی نفسہٖ بقائے دوام کی

Scanned with CamScanner

صلاحیت رکھتا ہے۔" موصوف نے جذبہ کی اُس حیثیت کی دلیل جو ادیب کی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے بیر دی ہے کہ:

" تاثرات کی تعبیر کے وقت ہی ادیب کی شخصیت کھل کر سامنے آجاتی ہے ادیب کا ادب اس کی مزاجی ہیئت اور طرزِ ادا کی ترجمانی بھی کرتا ہے غالباً یہی مطلب ہے انگریزی کہاوت "STYLE TO THE MAN" کا یا جیسا کہ فارسی زبان کے شاعر نے کہا ہے: "ھر کہ دارد دلیل دیدن در سخن بیند مرا"۔ کیونکہ تاثر نفسی کو ادبی خلود اور ادیب کی شخصیت کی ترجمانی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ادبی خلود کی بات ایک انگریزی شاعر LYTTON BULWER نے اپنے طریقہ سے یوں بتائی ہے:۔

THE PAST BUT LIVES IN WORDS; A THOUSAND AGES, WERE BLANK, IF BOOKS HAD NOT EVOKED THEIR GHOOTS,

AND KEPT THE IMBODIED SHADES TO WARN NO FROM FLESHLESS LIPS.

"ماضی کا زمانہ (ہمارے پاس ادبیات کے) لفظوں میں زندہ ہے۔ ہزار ہا نسلوں کی نسلیں ذہنوں سے مٹ کر خالی (بغیر تذکرہ) ہوتیں۔ اگر کتابوں (کے ادبیات) نے اُن کی روحوں کو ہمارے پاس حاضر کر نہ رکھا ہوتا اور بے جسم سایوں کو ہمیں اپنے بے گوشت ہونٹوں (زبانوں) سے وارننگ دیتے نہ رکھا ہوتا"۔

فاضل مقالہ نویس نے بطور نظریہ کے بیان کیا ہے کہ "ادب تنقید حیات ہے وہ زندگی کا شعور بھی ہے اور تفسیر حیات بھی۔ ادیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ حیات کائنات کا مُشاہدہ کر کے اپنے اندر سماجی شعور پیدا کرے"۔[۱]

---

[۱] معارف اعظم گڈھ — ح۔ ۹۶ ص ۸۔

اس کی تفسیر و توضیح میں کہا جا سکتا ہے کہ ادیب کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ اپنے ادبی پیغام کا پوری طرح وفادار ہو وفادار ہونے سے مطلب یہ ہے کہ اس کا ادب اولاً و مقدماً اپنی ہی ذات پر حاوی ہونا چاہیئے یعنی جو کچھ وہ اپنے ادب کے ذریعہ سماج کو سماجی شعور کے مطابق دے رہا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ پہلے اپنی ذات پر لاگو کرے۔ اس کی اپنی زندگی اس کے ادب کا نمونہ اور نمائش اور واضح بُرہان ہو۔ اس کو اپنے ادب پر پختہ ایمان اور پکا اعتقاد ہونا چاہیئے۔ ادب اس کا نظریہ اور ذات اس کے ادب کا اظہار ہو۔ اگر یہ بات نہیں تو وہ نہ صرف اپنے ادب کا وفادار نہیں ہے بلکہ منافق ہے اس طرح کہ اس کا قول ایک ہے اور عمل و فعل دوسرا۔ اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ لمہ تقولون مالا تفعلون (القرآن)۔ لوگوں پر اپنی زبانِ گوشت و پوست اور زبان قلم کے قول کے ذریعہ ادب کے جواہروں کی سخاوت کی بارش برسا رہے ہو لیکن خود تو ان سے استفادہ کرنے کے بجائے بے ادب ہی ہو۔ ذرا بتاؤ تو سہی تم ادیب کا ہے کو؟

مشہور عالم علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ادب الدنیا والدین" میں جو دنیا کی بہترین کتابوں میں سے ایک مانی گئی ہے جیسا کہ انسیکلوپیڈیا آف اسلام میں آیا ہے یہ شعر نقل کیا گیا ہے کیا خوب ہے یہ شعر دُر سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

مامن روی ادبا ولمہ یعمل با

ولکیف عن زیغ الھوی بادیب

(ترجمہ) ہرگز نہیں ہے ہرگز نہیں ادیب وہ جو ادب کی تخلیق کر کے ایک عالیشان مکان و محل تعمیر کرے لیکن خود تو خواہشات نفسانی اور اخلاقی بدبوئی کی گندی بستی میں ٹھیرا ہوا ہو۔

Scanned with CamScanner

"ادب الدرس" پڑھنے پڑھانے کی تخلیقات کے ساتھ متعلق ہے اس ادب کی یوں تعریف کی گئی ہے "ادبِ قومے عبارت است از مجموع نثر و نظم آں قوم و از ینجاست کہ ماہر نثر و نظم قومے را ادیبِ زبانِ ایشاں گویند۔ ولابد است کہ چنیں کس در علوم مذکورہ دست گاہے بلند و پایہ ارجمند داشتہ باشد و شاعر را ناگزیر است کہ ادیب کامل باشد"[1]

آگے چل کر علامہ روحی نے "ہر ادیب شاعر نتواں بودن" یہ جملہ لکھ کر یا تو اپنی تردید خود کی ہے پہلے یہ کہہ کر کہ کسی قوم کا ادب اس قوم کے نثر و نظم پر مشتمل ہے اور اب یہ کہہ کر شعر ادب نہیں یا ادیب و شاعر میں منطقی نسبتِ عموم و خصوص من وجہ یوں قایم کی ہے کہ ہر شاعر ادیب تو ہے لیکن ہر ادیب شاعر نہیں ہے۔

ادیب کا نام ماہر نثر، ماہر نظم کے درمیان مشترک ہے پس ادیب کے مقابلہ میں شاعر اور شاعر کے مقابلہ میں ادیب کے دو الگ الگ وجود مانے جا سکتے ہیں جب کہ نثر میں بولنے لکھنے والا بھی ادیب ہے اور نظم کی شکل میں شعر تخلیق کرنے والا بھی ادیب ہے۔ کیونکہ مسلمہ ہے کہ ادب میں نثر و نظم ڈرامہ، افسانہ، مقالہ، مضمون، خطابت، بیان وغیرہ وغیرہ تمام قسم کی تخلیقات شامل ہیں اور ادب ان سب پر حاوی ہے۔ علامہ روحی[2] نے اس ادب کی اہمیت یوں بیان کی ہے کہ:

۱۔ دبیرِ عجم از علامہ اصغر علی روحی ــ ص ۲۰ ــ

۲۔ دبیرِ عجم از علامہ اصغر علی روحی ــ ص ۲۵ ــ

Scanned with CamScanner

"فنی از فنونِ حکمت و دانش در مدنیات قومی رواج نیافتہ کہ از سرچشمہ ادبیاتِ آں قوم سیراب نشدہ باشد و نخواہد بود۔"

"کسی قوم کی تہذیب و تمدن میں علم و حکمت، فلسفہ و سائنس کے فنون میں سے کوئی تب تک رائج نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جب تک اس قوم کے ادبیات کا حظ وافر اس علم و فن کو حاصل نہ ہوگا۔"

اور بالجملہ ضرورت" ادب بیش ازاں است کہ حاجت بہ استدلال افتد زیرا کہ ترقیہ قوائے عقلیہ و افادہ بنی نوع و اصلاح ہر گونہ مدنیات انسانی مربوط بداں است و بر ماہر علم تاریخ ہویدا است کہ نا استوار بودنِ قومے در ادبیات دلیل بر جمود آں قوم است"۔

پس صحیح بات یہی ہے جو اوپر علامہ رومی نے قرار دی ہے کہ کسی قوم کے ادب کا مطلب ہے اس قوم کے مجموعۂ نظم و نثر اس طرح ادب کی دو انواع پیدا ہوتے ہیں ایک ادبِ منثور دوسرا ادبِ منظوم اور دونوں اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔

نظامی گنجوی نے اپنی مشہور مثنوی" مخزن الاسرار" میں مطلق سخن جس میں نثر و نظم دونوں شامل ہیں کی تعریف میں اشعارِ آبدار بیان فرماتے ہیں لیکن "برتری سخن منظوم از منثور" کے عنوان میں جو موتی پروئے ہیں وہ بے بہا ہیں اور یہ کہنا غالباً غلط نہیں ہوگا کہ شاید کسی بھی زبان میں آج تک سخن منظوم یعنی شعر کی وہ تعریف نہیں کی گئی ہے جو حضرت نظامی نے کی ہے اور شعر کا جو درجہ بلند موصوف نے قرار دیا ہے وہ کسی کے وہم و گمان میں بھی اس کے وقت تک نہیں آیا۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:۔

Scanned with CamScanner

پردہ رازے کہ سخن پروری است
سایۂ از پردۂ پیغمبری است

پیش وپس بست صف کبریا
پس شعراء آمد و پیش انبیاء

این دو نظر محرم یک دوست اند
این ہمہ مغز آمد و آں پوست اند

یعنی شعر و شاعری جو ہے وہ پیغمبری کا ہی سایہ ہے۔ دونوں ایک ہی دوست کے پرستار ہیں فرق یہ ہے کہ نبیوں کا صف شاعروں کے صف سے آگے شعراء ان کے پیچھے ہیں۔ شاعری اور پیغمبری کی باہمی نسبت وہی ہے جو گری، گورا اور اس کے چھلکے کی ہے۔ غالباً نظامی سے ہی حضرت اقبال نے اخذ کیا ہے کہ حضرت مولانا رومی سے جاوید نامہ میں یہ کہلوایا ہے ؎

گفت آں شعرے کہ آتش اندروست
اصل او از گرمی اللہ ھوست

آں نوا گلشن کند خاشاک را
آں نوا برھم زند افلاک را

آں نوا برحق گواہی مے دہد
با فقیراں پادشاہی مے دہد

شعرا را مقصود اگر آدم گری است
شاعری ہم وارث پیغمبری است

Scanned with CamScanner

حضرت نظامی نے شعر کی کرامت یوں بیان فرمائی ہے ؎

شعر ترا سدرہ نشانی دہد
سلطنتِ ملکِ معانی دہد

شعر تم کو سدرۃ المنتہی پر بٹھاتا ہے اور مُلکِ معانی کا سلطان بناتا ہے۔

شعر برآرد بامیریت نام
کالشعراء امراء الکلام

شعر امیری میں تمہارا نام بلند کرتا ہے کیونکہ عربی مقولہ ہے "شاعر لوگ کلام کے امیر ہیں۔ اور پھر بڑے سے بڑا معجزہ شعر کا مردوں کو زندہ کرنے کا ہے ؎

گر بنمایم سخن تازہ را
صور قیامت کنم آوازہ را

میرے شعر کا معجزہ یہ ہے کہ یہ مردہ قوموں کو زندہ کر سکتا ہے جیسے کہ قیامت کے دن صور اسرافیل سے مردے زندہ ہو جائینگے۔

یہی مضمون حضرت اقبال نے اپنے اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

شاعر اندر سینۂ ملت چو دل
ملتے بے شاعرے انبارِ گل

یہی معنی نامر خسرو کے اس شعر میں ادا ہوا ہے ؎

جہد کن تا بہ سخن مردم گردی و بدان
کہ بجز مرد سخن خلق ہمہ خار و گیاست

پس واضح ہے کہ ادب حقیقتاً اخلاق کی تہذیب اور عادات کی اصلاح اور محاورہ د

Scanned with CamScanner

معاشرہ، مکالمہ و مخاطبہ کے طریقہ کی معروفیت ہے اور یہ ادب وہ زیور ہے جسے اپنے آپ کو سجانے آراستہ کرنے کی تلقین شاعر قرآن یوں کرتا ہے جب کہ قرار دیتا ہے یہ زینت دانا و نادان کے لیے یکساں طور پر ہے ؎

ادب پیرایۂ نادان و دانا است
خوش آں کو از ادب خود را بیاراست

ندارم آں مسلمان زادہ را دوست
کہ در دانش فزود و در ادب کاست

★

Scanned with CamScanner